ترجمہ نگاری: تعارف اور اہمیت

Translation: Introduction and Significance

ڈاکٹر فیاض حسین*
ڈاکٹر صائمہ بتول**

Abstract

This research article deals with the importance of translation in literature. When we look over the history of literature, we come to know that translation is a very important genre of literature. It is not a simple and easy task rather it needs skills and expertise. By the help of the translation, we keep alive the culture, civilization and history of other languages. Translation is not only a source of knowledge about other countries, their culture civilization and literature but this also help to flourish or develop a language. Language barrier always remain a hurdle between the two nations to contact unite and build relations among themselves. Therefore, translation is a effective source which helped the people to overcome these problems. It is an art which makes the education, knowledge and literature an equal treasure of the humanity. In this research paper, it is tried to explain about translation and its importance in literature in a very unique way.

تلخیص

یہ مقالہ ادب میں ترجمے کی ضرورت اور اہمیت کے حوالے سے لکھا گیاہے۔جب ہم ادب کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتاہے کہ ترجمہ ادب کی ایک اہم شاخ

---

* اسسٹنٹ پروفیسرشعبہ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔
** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ پنجابی،لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور۔

ہے۔یہ آسان کام نہیں ہے۔ترجمہ کی مدد سے ہم دوسری زبانوں کی ثقافت ،تہذیب اور تاریخ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔یہ صنف کسی بھی زبان کو ترقی دینے میں مدد دیتی ہے۔ ترجمہ دو ملکوں کے درمیاں رابطے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

ترجمہ نگاری ادب کی قدیم ترین صنف ہے۔ یہ ایک ایسی کٹھن مشق ہے جس تک پہنچنے کے لئے کئی مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ انتہائی دقیق عمل ہے کہ کسی زبان کے ادبی فن پارے کو کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے۔کسی دوسرے کے تجربے کو اپنا تجربہ بنا کر پیش کرنا انتہائی مشکل عمل ہے یہ صنف ہر زبان ہر علاقے اور ہر ملک میں مقبول ہے۔ ادب دنیا کی ہر زبان میں لکھا جاتا ہے۔ اس لئے ایک زبان میں لکھنے پڑھنے والے اگر کسی دوسری زبان کے ادب پارے جاننا چاہیں تو وہ ترجمہ کے ذریعے ہی اپنی اس خواہش کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ اقبال صلاح الدین پنجابی لغت میں ترجمے کے حوالے سے اس طرح رقم طراز ہیں:

> ۱- اک زبان توں دوجی زبان وچ کسے تحریریاں بیان نوں ڈھالن دا کم۔ ۲-کسے دی حیاتی دا تذکرہ۔‘‘(1)

ترجمہ عربی زبان کا لفظ ہے اور عربی زبان ایک قدیم ترین زبان ہے، جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ترجمہ نگاری کی صنف بھی بہت قدیم ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں ترجمے کا لفظ مختلف الفاظ کی صورت میں موجود ہے اور اس کا مطلب اور مفہوم لگ بھگ ایک جیسا ہے پنجابی میں’’اُلتھا‘‘، اُردو میں ’’ترجمہ‘‘ جب کہ انگریزی میں اس کے لئے "Translation" کا لفظ مستعمل ہے۔ وکی پیڈیا پر ٹرانسلیشن یعنی ترجمہ کے بارے اس طرح درج ہے:

> Translation is the communication of the meaning of a source language text by means of an equivalent target language text …….. A translator always risks inadvertently introducing source language words, grammar, or Syntax into the target language rendering.(2)

زبان کا فرق ہر دور میں لوگوں کے مابین رابطے، اتحاد، ملاپ اور یگانگت کے راستے میں ایک یقینی رکاوٹ بنا رہا ہے۔ اس مشکل پر قابو پانے کے لئے جس ذریعے نے اہم

کردار ادا کیا وہ ترجمہ ہے۔ ترجمہ نگاری ہی وہ فن ہے جس کے ذریعے علم و ادب انسانیت کی مشترکہ میراث بنا اور اس کے ذریعے ہی ایک خطے اور قوم کے لوگوں کا علم و ادب دوسرے خطوں اور قوموں تک پہنچا۔ پنجابی زبان میں ترجمہ کے ساتھ ساتھ ترجمہ کے لئے اُلتھا کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اُلتھا کسی زبان کو دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کو نہیں بلکہ کسی زبان کے ایک رسم الخط کو اُسی زبان کے دوسرے رسم الخط میں تبدیل کرنے کا نام ہے۔ اُلتھا کا کام وہی ہے جو ترجمے کا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے بھی کسی ایک تحریر کو کسی ایک علاقے میں رہنے والوں کے لئے قابل فہم بنایا جاتا ہے، جن کے رسم الخط میں فرق ہو جیسے مشرقی پنجاب میں رہنے والوں کا رسم الخط گورمکھی ہے جو ہندی سے ملتا جلتا ہے جب کہ مغربی پنجاب میں بسنے والے شاہ مکھی رسم الخط اپنی تحریر میں استعمال کرتے ہیں جو اُردو کے قریب ہے۔ یہ سب ایک براعظم اور ایک خطے میں بسنے والے لوگ ہیں لیکن رسم الخط کے فرق ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی تحریروں سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ اسی مشکل پر قابو پانے کے لئے اُلتھے کا سہارا لیا جاتا ہے اور یہ ترجمہ کے متبادل ہے۔ اُردو پنجابی لغت میں اُلتھا کا مطلب ہے:

''اُلتھا، اک زبان دی گل دوجی زبان وچ لیانی''(3)

ترجمہ اصل میں ایک سعی ناممکن کا نام ہے جس میں طویل محنت اور مشقت کے بعد ناممکن کو ممکن بنایا جاتا ہے۔ مرزا حامد بیگ انگریز مصنف رابرٹ فراسٹ کے خیالات سے آشنا کرواتے ہوئے اپنی کتاب ترجمے کا فن میں لکھتے ہیں:

''ترجمہ ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔''(4)

پھر پروفیسر ایلبرٹ کے الفاظ کو وہ اس طرح ترجمے کا جامہ پہناتے ہیں:

''ترجمہ نام ہے ایک سعی نامشکور کا، جس کے صلے میں شدید مشقت کے بعد صرف حقارت ملتی ہے۔''(5)

ترجمہ کرنا بڑا مشکل اور عرق ریزی والا کام ہے۔ یہ ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔ یہ صرف وہ انسان کر سکتا ہے جو اس فن سے اور اس کی باریکیوں سے بخوبی واقف ہو

فیروزاللغات میں لفظ ترجمہ کے معنی ہیں:

''ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کیا ہوا۔''(6)

نوراللغات موجب ترجمہ کے معنی یہ ہیں:

''ایک زبان کی لغت کو دوسری زبان میں بیان کرنا، ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کیا ہوا۔''(7)

فیروز سنز ڈکشنری میں ترجمہ کے یہ معنی درج ہیں:

''تبدیلی، تعبیر، ترجمہ Translation''(8)

ایسا مواد، تحریریں، تصانیف یا ادب پارہ جس کو کسی دوسری زبان میں بدلا جائے ترجمہ کہلاتا ہے۔ فرہنگ آصفیہ کے مطابق ترجمہ کی تعریف اس طرح ہے:

''ایک زبان سے دوسری زبان میں تبدیل کیا ہوا۔''(9)

ترجمہ نگاری ہر زبان و ادب میں موجود ہے بلکہ اس کے بغیر کسی بھی زبان کا ادب مکمل ہی نہیں ہوتا۔ فن ہر دور میں اہمیت کا حامل رہا ہے کیوں کہ ہر شخص کے لئے مختلف زبانوں پر عبور حاصل کرنا ناممکن امر ہے جب کہ ترجمے کے ذریعے وہ دوسری زبانوں اور علم و فن سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر رئیس فرانسیسی شاعر یان ویلری کا یہ بیان لکھتے ہیں:

''ترجمہ کرنا، کسی علت (اصل تخلیق) کے معلول کی، ایک دوسری علت (ترجمہ) کے توسط سے امکانی قربت (صحت) کے ساتھ تشکیل نو کرنا ہے۔''(10)

ترجمہ کے ذریعے ایک ناممکن عمل کو ممکن بنایا جاتا ہے۔ بہت سے لوگوں کی مشکل کو آسانی میں بدلہ جاتا ہے۔ اسی لئے ترجمہ ایسا ہونا چاہیے کہ پڑھنے والے کو متاثر کر سکے اور وہ اُس تصنیف، ادبی پارے یا تحریر کو آخر تک پڑھتے ہوئے اُس سے دلچسپی کو کم نہ کر پائے۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو ترجمہ کرنا کسی طرح بھی تخلیقی کاوش سے کم نہیں اور ترجمے کو اصل تصنیف کی نسبت کم اہمیت کا حامل سمجھنا غلط میلان اور کم عقلی ہے کیونکہ مترجم ترجمہ کرتے ہوئے تخلیق کو از سر نو اُس تصنیف میں شامل کرتا ہے تاکہ ترجمہ کسی بھی طرح

اصل تخلیق یا تصنیف سے کم نہ لگے۔ پروفیسر آل احمد سرور ترجمے کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ترجمے کے ذریعے سے ہم دوسری زبانوں کے افکار و اقدار سے آشنا ہوتے ہیں۔ ایک فاضل کے الفاظ میں مترجم کا کام صرف لسانیاتی نہیں، بشریاتی (Anthropological) بھی ہے۔ یعنی اسے صرف اصل زبان (Source) سے ہی واقفیت نہیں ہونی چاہیے اسے اس زبان کی تہذیب اور معاشرے سے بھی آشنا ہونا چاہیے۔ اس کی دو مثالیں دینا ضروری ہے تاکہ بات واضح ہو جائے۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے لئے روم کی تاریخ کے ترجمے میں (Papal Bulls) کا ترجمہ 'پاپائی سانڈ' کیا گیا تھا۔ اُردو کے ایک ممتاز ادیب نے اپنی کتاب میں شیکسپیئر کے ایک ڈرامے (As You Like It) سے راک کی ایک تقریر کا حوالہ دیا۔ اس میں لفظ (Humour) کا ترجمہ مزاج کیا گیا تھا۔ حالانکہ یہاں طبی اصطلاح خلط مراد ہے۔(11)

ترجمے کی اہمیت ادب میں نمایاں ہے۔ ترجمے کے بغیر نہ صرف کسی زبان و ادب کی ترقی رُک جاتی ہے بلکہ قوموں کی ترقی اور بڑھوتری کا دارومدار بھی تراجم پر ہی ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم اپنے ہی ادب و زبان تک محدود ہوئی تو وہ کنویں کا مینڈک بن گئی اور اپنے ہی حصار سے باہر نہ نکل سکنے کی وجہ سے آگے بڑھ سکی اور نہ ہی ترقی کر سکی بلکہ زوال پذیر ہوئی۔ برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کی آمد کے بعد اُنہوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ یہاں اِسی صورت میں ہی ترقی کر سکتے ہیں جب وہ مقامی لوگوں کے زبان و ادب سے آشنا ہوں گے۔ اسی لئے اُنہوں نے تراجم کی طرف خاطر خواہ توجہ دی۔ برصغیر اور خاص کر مسلمانوں کے ادب کے اپنی زبان میں ترجمے کروائے اور مسلمانوں کی تحقیق سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے دنیا کی ترقی یافتہ قوم بن گئے۔ ترجمے کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے سعدیہ اکرم لکھتی ہیں:

> ترجمہ عربی زبان دا لفظ اے تے ترجمے توں مراد اے کہ کسے اک جملے، لفظ یا تحریر نوں اِک زبان توں دوجی زبان وچ انج بدلنا کہ اوہ اپنی اصل زبان دی نقل لگے۔ ترجمہ کرن دا مقصد ایہہ ہوندا اے کہ جیہڑا بندہ اوس زبان نوں نہیں سمجھ سکدا اوہ اوس تحریر یاں کتاب نوں اپنی بولی وچ پڑھ لوے تے اوہدے مطلب نوں سمجھ جاوے۔(12)

زبان کو سمجھے اور جانے بغیر کسی دوسرے کے قریب نہیں ہوا جا سکتا اور ہر زبان کو سیکھنا اور سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں پھر ترجمہ نگاری ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے ایک قوم کے زبان و ادب، تہذیب، ثقافت، روایات، رسوم، خوشیوں، غموں اور تاریخ سے واقفیت حاصل کی جا سکتی ہے۔ مختار احمد تراجم کی ضرورت اور فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ترجمہ نگاری ادب دی پرانی صنف اے۔ ایہہ صنف ہر زبان، ہر ادب تے ہر ملک وچ موجود اے۔ ایس صنف راہیں اک زبان دے بولن والے دوجی زبان دے بولن والیاں دی تہذیب، ثقافت، رہتل، رسماں تے رواجاں دے جانو ہو جاندے نیں۔''(13)

ترجمہ ایک فن ہے، ایک ہنر ہے۔ ترجمے تین طرح کے ہو سکتے ہیں:

اول لفظی ترجمہ جو مکھی پر مکھی مارنے کے برابر ہوتا ہے اور جو ترجمہ ہو کے بھی ترجمے کے خواص سے عاری ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے آزادی کے ساتھ مترجم اپنی زبان میں فراخدلی سے مضمون بیان کردے۔

تیسرے طریقے کے مطابق مترجم ایسی چابک دستی اور اُستادگیری سے ترجمہ کرے کہ مصنف کی انا بھی مجروح نہ ہو اور غیر زبان والے بھی اُس تصنیف کے ترجمے کو اصل تخلیق سمجھنے سے نہ جھجکیں۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ترجمہ نگاری لسانیات اور ادبیات میں وسعت پیدا کرنے کے لیے ممدومعاون ہے۔ نصیر احمد لکھتے ہیں:

> دوسرے فنون کی طرح ترجمہ بھی ایک باقاعدہ فن ہے۔ اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو اس میدان میں اُترتے ہی ہمیں مختلف پل صراطوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جگہ جگہ ایسے مسائل سامنے آتے ہیں کہ انہیں سلجھانا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اس فن سے متعلق جو ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں وہ نازک بھی ہیں اور دقت طلب بھی۔(14)

کسی بھی زبان کی ترقی و ترویج میں جہاں بہت سے دوسرے عوامل کار فرما ہوتے ہیں وہاں تراجم کی اہمیت بھی مسلمہ ہے۔ خاص طور پر نوزائیدہ زبانوں کو آگے بڑھنے کے لئے بڑی حد تک تراجم کا سہارا لینا پڑتا ہے کیونکہ ابتداء میں نومولود زبان اردگرد کی دوسری

زبانوں کے اثرات قبول کرتی ہے۔ نئے الفاظ کو اپنے اندر جذب کرتی ہے اور معنی وہیئت کے اعتبار سے علمی، ادبی و فنی لحاظ سے ترجموں ہی کی بدولت کسی زبان میں اظہار اور بحث و مباحث کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جمیل جالبی ترجمے کی اہمیت و افادیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ترجمے کی اہمیت یہ ہے کہ ایک طرف تو اس کے ذریعے نئے خیالات زبان میں داخل ہوتے ہیں اور دوسری طرف زبان کی قوتِ اظہار میں نئے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔''(15)

ثقافتی و تہذیبی سطح پر ترجمہ نگاری دو مختلف تہذیبوں اور قوموں کے مخصوص رویوں، عادتوں اور خیالات سے روبرو ہونے کا عمل ہے۔ ترجمے کی اہمیت اور افادیت کا دنیا کے ہر گوشے، ہر علمی و ادبی حلقے اور ہر مکتبہ فکر نے پوری طرح اعتراف کیا ہے۔ ترجمہ نگاری خود بھی ایک مستقل فن ہے اور علم و فن میں اضافے کا موجب بھی ۔ کیونکہ کسی بھی زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے نئے الفاظ، اصطلاحات، محاوروں اور کہاوتوں کا جابجا اضافہ کرنا پڑتا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ اس زبان میں رائج ہو جاتے ہیں۔ تراجم کے ذریعے بنی نوع انسان کے علم و شعور میں اضافہ کرنے والوں کا گروہ بڑا شاندار ، طویل، تابناک اور تاریخی ہے۔ شہباز حسین فن ترجمہ کے حوالے سے:

> ترجمہ بڑا مشکل کام ہے۔ یہ نگینہ جڑنے کا فن ہے جو بڑی مہارت اور ریاضت چاہتا ہے۔ ایک زبان کے معنی اور مطالب کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کرنے کے لئے کہ اصل عبارت کی خوبی اور مطلب جوں کا توں باقی رہے، دونوں زبانوں پر یکساں قدرت کی ضرورت ہوتی ہے جو عام طور پر کمیاب ہوتی ہے۔(16)

درحقیقت کامیاب تراجم اسی وقت ممکن ہیں جب مترجم لکھنے والے کے تجربات ، احساسات اور کیفیات سے بالکل اُسی طرح گزرے جس طرح مصنف خود گزرا ہو۔ ترجمے میں صحیح الفاظ کا استعمال بہت اہم ہے ۔ ایسا نہ کرنے پر نہ صرف مرکزی خیال متاثر ہوتا ہے بلکہ مجموعی تاثر اور خیالات کی شدت بھی وہ نہیں رہتی۔ اس لئے اس راستے پر پڑنے کے بعد منزل تک پہنچنے کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترجمہ کرتے ہوئے اگر واقعہ یا مضمون کے سیاق و سباق پر نظر ہو تو مقصد میں کامیابی یقینی ہوتی ہے۔ بعض اوقات

ترجمہ کرتے ہوئے کوئی مناسب لفظ نہیں ملتا جو ترجمہ ہونے والی زبان کے لفظ کے لئے لکھا جا سکے تو ایسی صورت میں بھلائی اسی میں ہوتی ہے کہ ترجمہ ہونے والی زبان کا ہی لفظ لکھ دیا جائے یا پھر سیاق و سباق کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی مناسب لفظ لگادیا جائے۔ نئی زبان یا نوزائیدہ زبان کو قدیم یا دوسری زبانوں کا سہارا لے کر آگے بڑھنا ہوتا ہے۔ یہ کام آج سے نہیں بلکہ ازل سے جاری ہے اور ترجمہ زبانوں کی اس ضرورت کو ہمیشہ سے پورا کرتا آرہا ہے۔ خلیق انجم اپنی کتاب ''فن ترجمہ نگاری'' میں ترجمے کی اہمیت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> 'نویاں زباناں قدیم زباناں دی اُنگلی پکڑ کے چلنا سکھ دیاں نیں تے قدیم تے جدید زباناں اپنی ہم عصر زباناں دا سہارا لیندیاں نیں۔ ایہہ عمل تاریخ تمدن دے اک باب دی طرح ہمیش توں جاری اے تے ترجمہ ساڈا سب توں اہم ذریعہ اے جس دی بدولت ایہہ عمل اج تیکر جاری اے۔ چراغ توں چراغ جلدا اے تے کڑی توں کڑی ملدی اے۔(17)

تراجم صرف ایک خطے، ملک اور قوم کی تہذیب و ثقافت سے آگاہی اور علم و ادب میں وسعت کا باعث ہی نہیں بنتے بلکہ زبان کی ترقی بھی اسی میں مضمر ہے۔ کسی بھی زبان کو جب تک لطافتِ اظہار کے تنوع اور علوم کی وسعت سے مستفید نہ کیا جائے تو وہ پیچھے کی پنپ نہیں پاتی۔ ترجمہ ایک مستقل فن ہے جو انتہائی محنت اور ریاضت طلب ہے۔ یہ ایک زبان کے خیالات اور احساسات کو اس ترتیب اور خوبصورتی کے ساتھ منتقل کرنے کا کام ہے کہ مصنف نے کس جگہ زور دیا ہے، کہاں محاورے ، تشبیہات یا استعارے استعمال کئے ہیں اور کس جگہ طنز و مزاح ہے۔ اس طرح کے سارے اقدامات ترجمے کو مکمل طور پر اصل کی طرح بھرپور تو نہیں بنا سکتے پر کئی خوبیوں سے مزین ضرور کر سکتے ہیں۔ زبان سے واقفیت کی بنیاد پر کیے گئے ترجمے مختلف خطوں میں بسنے والوں کو نزدیک لانے میں مدد گار ثابت ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر قمر رئیس اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''ترجمہ نے انسانوں اور قوموں کے درمیان حائل بہت سی دیواروں کو توڑا ہے۔''(18)

ترجمہ کرنے کے لئے مترجم پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کو پورا کر کے ہی کوئی وہ اچھے تراجم سامنے لا سکتا ہے۔ سب سے پہلے تو اُسے دونوں زبانوں پر عبور حاصل ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ غیر جانبدارانہ رویہ اور انصاف پسندی اُس کی کاوش کو تخلیق کا درجہ دلانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ترجمہ ہر دور کی ضرورت رہا ہے۔ شروع میں مذہبی ضرورتوں کے لئے لوگوں نے ترجمے سے فائدہ اُٹھایا لیکن آج کے سائنسی دور میں ترجمے کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ یہ واحد اور مستند ذریعہ ہے جس سے مستفید ہوتے ہوئے دوردراز کے لوگوں اور ادب کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ یعنی یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ ترجمہ معلومات میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق جاوید لکھتے ہیں:

> ترجمے دی لوڑ ہر دور وچ محسوس کیتی جاندی رہی اے پر اجو کے سائنسی سے وچ ایہدی اہمیت چوکھی ودھ گئی اے۔ اڈواڈ بولیاں بولن والے کداں دا ادب تخلیق کر رہے نیں تے اوہناں دے سوچن دا انداز کیہہ اے، ترجمہ ای ایہناں بھیتاں دے مکھ توں گھنڈ چکدا اے۔ ابتدائی طور تے ایہدا رواج مذہبی لوڑاں پاروں عمل وچ آیا، پر ہولی ہولی سائنس تے ادب وی ایہدے وگن وچ آندے چلے گئے ایتھوں تک کہ اج ترجمہ اک باقاعدہ فن دی صورت اختیار کر چکیا اے۔"(19)

فن ترجمہ کی بدولت ہی دنیا مختلف علوم، فلسفوں اور ادب سے روشناس ہوئی، علم و ادب کے میدان میں ترقی ہوئی اور ایک قوم کے علوم و فنون پر پوری انسانیت یا پوری دنیا کا تصرف قائم ہوا۔ تراجم وہ واحد ذریعہ ہیں جنھوں نے اس چھپی ہوئی دولت اور خزانوں کو ڈھونڈنے اور ان سے مستفید ہونے کا انسانیت پر احسان کیا۔ ڈاکٹر ظفر انصاری بڑی خوبصورت اور جاندار مثالوں سے ترجمے کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ترجمے ہی کے ذریعے ایک مخصوص ملک، ایک جغرافیائی علاقے اور ایک خاص قوم کی تحقیقات اورعلوم و فنون تمام انسانیت کی ملکیت بنتے ہیں۔ اس لحاظ سے ترجمہ کی ذمہ داری کم از کم اتنی اہم ہے جتنی کسی کیمیاوی یا معدنی قوت کو ایک روپ سے دوسرے روپ میں ڈھالنے کی ہوتی ہے۔ تیل، کوئلے اور سونے کی کانیں جب تک زمین کے سینے میں دبی رہیں اس وقت تک وہ قومی دولت نہیں سمجھی جاتیں لیکن جب اس ذخیرے کو ایک جگہ

سے دوسری جگہ منتقل کیا جانے لگے تو یہی عمل دولت کی پیداوار سمجھا جاتا ہے اور یہ دولت تمام عالم انسانی کی مجموعی دولت میں اضافہ کر دیتی ہے۔(20)

آج کے دور میں ترجمہ کو کسی بھی زبان کی ترقی کا معیار گردانا جا رہا ہے۔ اس سے ادب میں ترجمے کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتاہے۔ قمر رئیس لکھتے ہیں:

ترجمہ کے بغیر آج کوئی زبان جدید اور ترقی پذیر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی اور ترجمہ ایک ایسا فن ہے جس پر قدرت حاصل کرنے کے لئے شوق و صلاحیت ہی نہیں مشق و مزاولت اور اُصولی واقفیت بھی درکار ہے۔ اصطلاح سازی کے اُصول اور طریقے، ترجمہ کے مختلف نظریے، ترجمہ میں زبان و اسلوب کے مسائل، ترجمہ کی اقسام، ان تمام پہلوؤں سے واقفیت ضروری ہے اس کے ساتھ ہی اپنی زبان میں ترجمہ کی روایت اس کے رجحانات اور مختلف اداروں اور افراد کے ذریعے اس کی نشوونما کا علم بھی ضروری ہے۔(21)

مقصد یا غرض و غائت کے بغیر کسی بھی چیز کی کوئی اہمیت نہیں۔ ترجمے کے ذریعے تین فرائض نبھائے جاتے ہیں:

- پہلا معلومات فراہم کرنے کا
- دوسرا ایک تہذیب و ثقافت کو دوسری تہذیبی معنویت میں ڈھالنا
- تیسرا جمالیاتی پہلو برقرار رکھنا

ترجمہ میں جملہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اگر جملے کی بناوٹ اور ساخت پر دھیان نہ رکھا جائے تو مفہوم کی روح بگڑ جاتی ہے اور تحریر میں خیال کا تسلسل بھی مجروح ہوتا ہے۔ بہر حال ترجمے کے لئے ضروری ہے کہ نہ تو اصل کی خوبصورتی میں کمی آئے اور نہ ترجمہ بے کیف لگے۔

حاصلِ بحث

ترجمہ ایک فن ہے جس میں دو زبانوں پر عبور حاصل ہونا نہایت ضروری ہے۔ ترجمہ سے علم فروغ پاتا ہے اور انسانی شعور کو بلاغت ملتی ہے۔ ہندوستان میں علم کی ترقی اور لوگوں کے درمیان حکمرانی کے راستے ہموار کرنے میں ترجمہ نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ آج بھی قوموں اور ملکوں کو قریب لانے میں ترجمہ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حوالہ جات

۱۔ اقبال صلاح الدین، مرتبہ، وڈی پنجابی لغت(لاہور: عزیز پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء) ص۵۹۷

2۔ https://en.m.wikipedia.org,wiki>tranlate,4th july 2019,2pm

۳۔ ارشاد احمد پنجابی(مولف)، اُردو پنجابی لغت(لاہور: عملہ ادارت مرکزی اُردو بورڈ، ۱۹۷۴ء)ص۷۰۴

۴۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، ترجمے کا فن(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۷۸ء)ص۳۵

۵۔ ایضاً

۶۔ مولوی فیروز الدین، مرتبہ فیروزالغات(لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۸۳ء)ص۳۸۴

۷۔ نور الحسن ،مرتبہ، نور الغات(کراچی:، جنرل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۹ء)ص۲۴۳

8- The English to English and Urdu Dictionary (Ferozsons, (Y.N) London: Ferozsons, Ltd.)

۹۔ سیداحمددہلوی ،مرتبہ، فرہنگ آصفیہ (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء)ص۶۰۱

۱۰۔ ڈاکٹر قمر رئیس، مرتبہ، ترجمہ کا فن اور روایت(کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۶ء)ص۱۱

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ سعدیہ اکرم، انگریزی کتاب Folk Tales from the Upper Indus دا پنجابی ترجمہ بی ایس تھیسیز(لاہور: لاہور کالج فارویمن یونیورسٹی،2012ء)ص4

۱۳۔ مختار احمد جاوید، پروفیسر، عربی فارسی توں پنجابی وچ ترجمے(لاہور: فاروق سنز، س ن) ص۹۶

۱۴۔ ڈاکٹر قمر رئیس، ترجمہ کا فن اور روایت(کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۶ء)ص۸۴

۱۵۔ اعجاز راہی، مرتبہ، اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل (اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء)ص۴۶

۱۶۔ ترجمہ کا فن اور روایت، ص۱۲۴

۱۷۔ خلیق انجم، فن ترجمہ نگاری (نئی دلی: شمر آفسٹ پرنٹرز، ۱۹۹۵ء)ص۸۷

۱۸۔ ترجمہ کا فن اور روایت، ص۷

۱۹۔ ڈاکٹر انعام الحق جاوید، پنجابی ادب دا ارتقاء(لاہور: عزیز بکڈپو، ۲۰۰۴ء)ص۶۷۵

۲۰۔ ترجمہ کا فن اور روایت، ص۵۰

۲۱۔ ایضاً، ص۱۸

NIHCR

HISTORY OF NORTHERN AREAS OF PAKISTAN

Dr. A. H. Dani